

عدالتِ عظمیٰ پاکستان
(با اختیارِ سماعتِ اپیل)

موجود:

جناب جسٹس دوست محمد خان، جج
جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، جج
جناب جسٹس سردار طارق مسعود، جج

دیوانی اپیل نمبری ۷۸۵ / ۲۰۱۷ اور ۷۸۶ / ۲۰۱۷
زیرِ شق (۳) ۱۸۵، دستورِ پاکستان مجریہ سال ۱۹۷۳ء

(بخلاف حکم عدالتِ عالیہ پشاور محررہ ۱۸-۰۲-۲۰۱۶
در دیوانی اپیل نمبری ۱۸۵۴- پی، ۲۰۱۲ء اور آئینی درخواست نمبری ۱۸۸۰- پی، ۲۰۱۲ء)

حکومتِ صوبہ خیبر پختونخواہ بذریعہ معتمدِ اعلیٰ، پشاور وغیرہ (اپیل کنندگان)

بنام

۱- وحید اللہ وغیرہ (اپیل نمبری ۷۸۵ / ۲۰۱۷)
۲- مسماۃ انیلہ رحمن وغیرہ (اپیل نمبری ۷۸۶ / ۲۰۱۷) (مسئول علیہم)

منجانب اپیل کنندگان: جناب عمر فاروق، فاضل عمومی وکیل سرکار
برائے حکومتِ حکومت خیبر پختونخواہ

منجانب مسئول علیہم: جناب آصف حمید قریشی، فاضل وکیل عدالتِ عظمیٰ

تاریخ سماعت: ۲۸ اگست، ۲۰۱۷ء

فیصلہ

دوست محمد خان، منج:-

ہر دو اپیل ہائے بالا کی اجازت عدالت ہذا نے بذریعہ حکم مورخہ ۱۸-۰۵-۲۰۱۷ اضافی و عمومی سرکاری وکیل کی بحث کو بنیاد بنا کر دی کہ عدالت عالیہ پشاور کے دو رکنی بینچ نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے سرکاری ملازمین کی ملازمت کو مستقل کرنے کے قانون مجریہ ۲۰۰۹ء کی دفعہ ۳ کو غلط معنی دے کر اور اسی قانون کی دیگر دفعات کو نظر انداز کرتے ہوئے حکم و فیصلہ زیر اپیل صادر کیا اور یوں قانونی سقم کا ارتکاب کیا ہے۔

ہم نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سنے اور مواد بر مثل و قانون متعلقہ کا باریک بینی سے جائزہ لیا ہے۔

مختصر خلاصہ نزاع: ہر دو اپیل ہائے کے مسئول علیہم کو اٹھارویں آئینی ترمیم سے قبل وزارت بہبود و ترقی خواتین کے تحت مختلف عہدوں پر شہید بے نظیر بھٹو سنٹرز بمقام اسلام آباد، ساہیوال، وہاڑی اور کراچی جن میں مختلف بنیادی تنخواہ کے پیمانہ کے عہدے شامل تھے پر تعینات کیا گیا، اس طرح جملہ مسئول علیہم کی تقرری ایک معاہدے کے تحت مخصوص مدت کیلئے ہوئی تاہم اول حکم کی میعاد پوری ہونے پر مسئول علیہم کی مدت ملازمت میں توسیع کی گئی۔

۲۔ اٹھارویں آئینی ترمیم کے ذریعے چونکہ وزارت بہبود و ترقی خواتین ان وزارتوں میں شامل تھی جو کہ موافقتی اور مساوی فہرست آئین میں شامل تھیں لہذا یہ وزارت بھی صوبوں کی تحویل میں چلی گئی۔ اگرچہ ان وزارتوں کے اکثر ملازمین کو وفاقی حکومت نے صوبوں پر بوجھ بنانے کی بجائے اضافی ملازمین کی جماعت میں رکھا تاہم کچھ ملازمین کی ملازمت صوبوں کو منتقل کی گئیں جس میں ہر ایک صوبے کی رضامندی شامل تھی اور اسی قسم کا تحریری معاہدہ حکومت خیبر پختونخواہ اور وفاقی حکومت کے درمیان تحریری طور پر عمل میں لایا گیا اور یوں دونوں اپیل ہائے کے مسئول علیہم کو صوبائی حکومت مذکورہ نے شہید بے نظیر بھٹو سنٹرز جن میں ان ملازمین کے ملازمتی ڈھانچہ اور مراعات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے مختلف عہدوں پر تعیناتی کا حکم صادر کیا، بوقت منتقلی ملازمت مسئول علیہم بشمول منصوبہ بیان کردہ بالا صوبائی حکومت مذکورہ کو اس کی مرضی سے منتقل کیا۔ بوقت منتقلی اور ڈیوٹی سنبھالتے وقت خیبر پختونخواہ میں صوبائی اسمبلی سے منظور شدہ

قانون (برائے بحالی مستقل کرنے ملازمت محدود مدتی ملازمین) رائج تھا اور اسی قانون کی دفعہ ۳ کے تحت جو کہ سال ۲۰۰۹ء میں نافذ کیا گیا تھا مسؤل علیہم کو فائدہ دینے کی بجائے ملازمتوں سے برخاست کر دیا گیا تاہم قبل از برخاستگی مسؤل علیہم کی ملازمت کو محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کی مشترکہ وزارت کے تحت چلنے والے محکمے میں ضم کیا گیا تھا۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکومت خیبر پختونخواہ نے مسؤل علیہم کو (شہید بے نظیر بھٹو سنٹرز) کے خواتین مراکز پشاور، ایبٹ آباد اور سوات میں تعیناتی کے وقت ایک خاکہ / منصوبہ تیار کیا تا کہ مسؤل علیہم ہر دو اپریل ہائے کی ملازمت کو عارضی بجٹ / تخمینہ سالانہ کی بجائے مستقل سالانہ تخمینہ / بجٹ پر منتقل کیا جاسکے تاہم حکومتی اعلیٰ عہدیداروں نے اس امر کو اور یہ کہ مسؤل علیہم کی ملازمتوں کی نوعیت اور اس کی انتہائی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کو بیک جنبش قلم ملازمتوں سے فارغ کر دیا جس سے نالاں ہو کر جملہ مسؤل علیہم بالانے بعدالت عالیہ پشاور آئینی درخواست نمبری ۱۸۵۴- پی / ۲۰۱۲ و آئینی درخواست ۱۸۸۰- پی / ۲۰۱۲ دائر کیں جو کہ زیر اپریل حکم ۱۸ / ۰۲ / ۲۰۱۶ کے ذریعے دونوں آئینی درخواستوں کو منظور کرتے ہوئے عدالت عالیہ پشاور کے دور کئی بیٹچ نے قرار دیا کہ جملہ مسؤل علیہم زیر دفعہ ۳ مستقل ملازمت کے قانون مجریہ ۲۰۰۹ء حکومت خیبر پختونخواہ کے تحت ملازمتیں مستقل ہونے کے حقدار ہیں کیونکہ دیگر صوبوں نے بھی اس قسم کے ملازمین کی ملازمتوں کو قانون کے تحت دوام بخشا ہے۔

۳۔ اضافی سرکاری وکیل عمومی حکومت خیبر پختونخواہ نے دلائل دیتے ہوئے اس امر پر زور دیا چونکہ جملہ مسؤل علیہم کی ملازمتوں کی مدت ختم ہو چکی تھی اور وہ آئینی درخواست زیر نظر دائر کرنے کے مجاز نہ تھے / تھیں اور نہ ہی عدالت عالیہ ان کے حق میں فیصلہ دینے کی مجاز تھی کیونکہ غیر مستقل قلیل مدتی ملازمین اور خصوصاً ایک منصوبہ پر کام کرنے والے ملازمین کی ملازمت کی مدت اس منصوبہ کی تکمیل پر خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ اس قانونی پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے عدالت عالیہ پشاور نے آئینی اختیارات سے تجاوز کیا ہے لہذا فیصلہ جات زیر اپریل قابل تنسیخ ہیں۔

۴۔ وکیل مسؤل علیہم نے فیصلہ جات عدالت عالیہ کا انہی قانونی نکات پر دفاع کیا جو کہ عدالت عالیہ نے اپنے فیصلے میں درج کرتے ہوئے تفصیل سے وضاحت کی ہے۔

۵۔ اس دلیل سے کوئی انکار نہیں کہ عام حالات میں ایک مختصر اور مقررہ مدت کے منصوبے کی تکمیل کے ساتھ ان کے ملازمین کی مدت ملازمت بھی اختتام پذیر ہوتی ہے تاہم کچھ منصوبے ایسے ہوتے ہیں جن

کی مدت کا تعین کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا کہ پاکستان کی آدھی آبادی تقریباً خواتین پر مشتمل ہے اور اس آدھی آبادی کو بد قسمتی سے ہم نے عضو غیر فعال بلکہ فالج زدہ بنا دیا ہے اور اس فعل میں ہمارے مختلف اداروں کا منفی کردار جن کی اکثریت مرد حضرات پر مشتمل ہے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس طرح ہم نے اپنے طرز عمل کے ذریعے ملک کی آدھی آبادی کو مرد حضرات پر مکمل انحصار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ جن خواتین کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کے مواقع ملے انہوں نے ملک کے مختلف اداروں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ محکمہ جاتی ملازمت سے لے کر جنگجو سپاہی چاہے اسکا محکمہ پولیس سے تعلق ہو یا فوج سے انہوں نے خطرناک ملازمت اختیار کر کے اپنی ذہنی پختگی، توانائی اور بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اور موجودہ ملک کی غیر معمولی صورتحال میں تو کافی خواتین محکمہ پولیس، فوج اور دیگر اداروں میں بارودی مواد اور مختلف اقسام کے خطرناک بموں کو ناکارہ بنانے کی ملازمت اختیار کر چکی ہیں اور ملک و قوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔

۶۔ مندرجہ بالا حقائق کو ایک طرف رکھ کر اگر آئین کی متعلقہ شقوں پر نظر ڈالی جائے تو حتمی نتیجہ یہی اخذ کیا جائے گا کہ دستور پاکستان میں مرد اور خاتون کا فرق ختم کیا گیا ہے اور دونوں کو یکساں حقوق دیئے گئے ہیں مگر بد قسمتی سے متفقہ آئین کی ان شقوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور خواتین کے ساتھ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ ملازمتوں، تعلیمی اداروں حتیٰ کہ وفاقی مقننہ اور صوبائی مقننہ میں خواتین کیلئے نشستیں مخصوص کی گئیں ہیں تاہم ابھی تک خواتین کو ان کی تعلیمی اور فنی قابلیت کے لحاظ سے مردوں کے برابر آئینی حقوق دلانا تو درکنار ان سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اور ہماری اس ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے غیر ریاستی عناصر جو کہ منظم طریقے سے دہشت پھیلانے میں مصروف ہیں خواتین پر تعلیم حاصل کرنے، ملازمت کے حصول اور مختلف شعبہ ہائے زندگی بشمول کھیل کے میدان میں حصہ لینے کے خلاف نام نہاد جہاد کر رہے ہیں جو کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے انتہائی مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

۷۔ ہم نے بطور ریاست اور اقوام متحدہ کے رکن کی حیثیت سے خواتین کے خلاف جرائم، گھریلو تشدد اور ملازمت کی جگہ پر ہراساں کرنے کے خلاف مختلف عالمی معاہدوں پر جو کہ اقوام متحدہ کے زیر سایہ عمل میں لائے گئے ہیں پر دستخط کئے ہیں اور بطور ریاست خود کو پابند بنایا ہے کہ خواتین کے خلاف جرائم اور امتیازی سلوک مکمل طور پر ختم کیا جائے گا اور ان کو تعلیم، ملازمت اور زندگی کے مختلف شعبہ ہائے میں مؤثر نمائندگی دی جائے گی۔

۸۔ اگر قبل از اسلام کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی مشکل نظر نہیں آتی کہ خواتین کو اس دور میں غلام کا درجہ دیا گیا تھا اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور نہ ہی بوقت شادی / نکاح کوئی حق مہر مقرر تھا تاہم عالمگیر حیثیت رکھنے والے "دین اسلام" نے نہ صرف خواتین کو اعلیٰ مقام عطا کیا بلکہ ان کو حق مہر اور وراثت میں حصہ دار گرداننے کے علاوہ بے شمار مراعات عطا کیں۔ ہم نے اگرچہ عائلی قوانین کا نفاذ بطور ریاست کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں ترمیم بلحاظ ضرورت ہوتی رہیں۔ اس طرح گھریلو تشدد اور خواتین کو ملازمت کی جگہ ہر اسماں کرنے کے خلاف قوانین بنائے تاہم ان قوانین کا مؤثر نفاذ اور ان پر عملدرآمد کا طریقہ کار نظر انداز کرتے ہوئے ابھی تک کوئی مؤثر لائحہ عمل نہیں دے سکے جس کی وجہ سے گھریلو سطح سے لے کر معاشرتی سطح تک روز بروز بگاڑ بڑھتا جا رہا ہے اور ازدواجی زندگی مابین میاں بیوی سے ان کے بچوں پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور چوراہوں، سڑکوں اور سرکاری و نیم سرکاری دفاتروں میں بھی خواتین کو ہر اسماں کرنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے جو کہ قابل تشویش امر ہے جس کا خاتمہ کرنا فوری توجہ کا طلبگار ہے۔

۹۔ سب سے بنیادی وجہ مرد و خواتین کو اعلیٰ تعلیم اور پیشہ ورانہ تعلیم کے یکساں مواقع فراہم نہ کرنا اور خواتین کو خود کفیل بنا کر مالیاتی طور پر خود مختار نہ بنانا ہے کیونکہ جب تک خواتین کا زیادہ تر انحصار مردوں پر ہو گا اس معاشرے میں خواتین کے آگے بڑھنے کی جرأت اور استعداد میں کمی رہے گی اور جائز اظہار رائے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔ نیز خواتین کے آئین و قانون کے تحت بذریعہ ووٹ اظہار رائے کا حق بھی مردوں کے مرہون منت ہے۔

۱۰۔ موجودہ مقدمے کی نوعیت، واقعات اور قانونی نکات کو زیر نظر لاتے ہوئے ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی مشکل نظر نہیں آتی کہ بہبود و ترقی خواتین کا کوئی قلیل مدتی منصوبہ از روئے آئین و قانون کسی صورت میں تصور کرنا آئین و قانون سے انحراف کرنے کے مترادف ہو گا کیونکہ بین الاقوامی معاہدوں کے علاوہ ہمارے آئین میں موجود شقوق اور مختلف قوانین کی رو سے خواتین کی ترقی و بہبود ریاست کی اولین ذمہ داریوں میں سے ایک ہے جس کا ہر ادارہ اور حکومت پابند ہے لہذا اس ناقابل تردید حقیقت کو رد کرنا عدالت کے لئے آئین اور قوانین رائج الوقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہو گا لہذا عدالت ایسا مجوزہ فیصلہ جو کہ سرکاری وکیل نے تجویز کیا ہے کی کسی صورت میں فریق نہیں بن سکتی کیونکہ عدالت آئین اور قانون کے تحت کام کرنے کی پابند ہے۔ لہذا سرکاری وکیل کی یہ دلیل ہماری نظر میں بیجا اور بے وزن ہونے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے کہ خواتین کی ترقی و بہبود سے متعلق وزارت یا اس

کے ماتحت محکمے کے "مخصوص قلیل مدتی منصوبے" تصور کئے جائیں اور جملہ مسئول علیہم کو "عارضی ملازمین" تصور کرتے ہوئے ملازمت سے فارغ کرنا حکومت کا صوابدیدی اختیار ہے، اس دلیل کو کسی صورت میں آئین و قانون کی رو سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خواتین کی ترقی و بہبود سے متعلق وزارت اور محکمے کسی صورت میں قلیل مدتی نہیں ہو سکتے اور ان کو دوام حاصل ہے۔ لہذا ان کے ماتحت محکموں کے ملازمین جو کہ ان فرائض سے وابستہ ہیں کسی صورت میں بھی قلیل مدتی ملازم تصور نہیں کئے جاسکتے۔ لہذا عدالت عالیہ پشاور نے دفعہ ۳ صوبائی قانون مجریہ سال ۲۰۰۹ کا صحیح اور درست اطلاق مسئول علیہم کی ملازمت پر کرتے ہوئے کسی بھی قانون و ضابطہ کی خلاف ورزی نہیں کی ہے بلکہ آئینی اختیارات کو نہایت موزوں اور مناسب طریقے سے استعمال کرتے ہوئے فیصلہ زیر اپیل صادر کیا ہے جس میں ہمیں کسی قسم کا ظاہری، آئینی اور قانون نقص نظر نہیں آتا۔

۱۱۔ بوجہ حالات بالا دونوں دیوانی اپیل ہائے بالا نمبری ۷۸۵ / ۲۰۱۷ اور ۷۸۶ / ۲۰۱۷ خارج کی جاتی ہیں اور عدالت عالیہ پشاور کا فیصلہ متذکرہ بالا برقرار رکھا جاتا۔

۱۲۔ مندرجہ بالا وجوہات ہمارے مختصر انگریزی فیصلے محررہ ۲۸ اگست ۲۰۱۷ء کی تائید میں دی گئیں ہیں جو کہ ذیل میں دہرایا جاتا ہے:

“For the reasons to be recorded later, these appeals are dismissed.”

۱۳۔ فیصلہ عدالت میں پڑھ کر سنایا اور سمجھایا گیا۔

جج

جج

جج

(اشاعت کے لئے منظور)

اسلام آباد، ۲۸ اگست، ۲۰۱۷ء
 <فہد ارشد>